(ص۱۱۲۸) باب قول الله ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾

وأن أعمال بني آدم وقولهم يوزن، وقال مجاهد: القسطاس: العدل بالرومية ويقال: القسط: مصدر المقسط وهو العادل، وأما القاسط فهو الجائر.

امام بخاری نے اپنی کتاب ختم کر دی اور آخری باب میزان کے متعلق قائم فرمایا ہے اس واسطے کہ انسان کے اعمال کی آخری حد یہ ہے کہ وہ ترازوئے اعمال پر تولا جائیگا، میں یہ بتلا چکا ہوں کہ صاحبِ خیر جاری کی رائے یہ ہے کہ کتاب التوحید کا عنوان ایسا ہے جیسے متکلمین علم کلام کا عنوان منعقد کرتے ہیں اور اسکے اندر ذات وصفات اور نبوات وخلق اعمال اور میزان وغیرہ کے مسائل ذکر فرماتے ہیں، اسیطرح امام بخاری نے بھی کیا ہے کہ ذات وصفات کے مسائل ذکر کئے، نبوت ورسالت کا تذکرہ فرمایا اور خلق اعمال وافعال کا تذکرہ کیا اور آخر میں میزان کا تذکرہ فرمادیا۔

قیامت کے دن انسان کے اعمال تولے جائینگے یہ تو منصوص بالقرآن ہے لیکن آیا اس سے حقیقی تولنا مراد ہے یا عدل وانصاف مراد ہے؟ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ اس سے حقیقی تولنا مراد ہے اور واقعۃً ترازوئے اعمال رکھی جائیگی اور اسمیں لوگوں کے اعمال کو تولا جائیگا مگر مجاہد منفرد ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس سے عدل مراد ہے اور معتزلہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، مگر جمہور علماء کا قول ظواہر نصوص کی وجہ سے ارجح ہے بلکہ ابو اسحٰق زجاج نے اسپر اجماع نقل فرمایا۔

نضع الموازین ہم میزانوں کو رکھینگے، موازین جمع کا صیغہ ہے، اسمیں اختلاف ہے کہ اسکا مفرد کیا ہے؟ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اسکا مفرد موزوں ہے اور اس سے مراد اعمال موزونہ ہیں، اس صورت میں جمع اپنے ظاہر پر ہے اور مطلب یہ ہے کہ اعمال وزن کئے جائینگے، دوسرا قول یہ ہے کہ موازین میزان کی جمع ہے اور میزان کہتے ہیں ترازو کو۔

اب میزان جمع کیساتھ کیوں ذکر کیا گیا ہے؟ کیا واقعۃً الگ الگ ترازو ہوں گی یا ترازو ایک ہی ہو گی جسمیں لوگوں کے سب اعمال تولے جائینگے، اسمیں اختلاف ہے۔ فخر الدین رازی کی رائے یہ ہے کہ متعدد ترازو ہوں گی پھر متعدد ترازو کیوں ہوں گی؟ بعض کہتے ہیں کہ ہر عمل کیلئے الگ ترازو ہو گی اور بعض کہتے ہیں کہ ہر شخص کیلئے الگ ترازو ہو گی۔

جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ جمع اسلئے نہیں لائے کہ ترازوئیں متعدد ہوں گی بلکہ ایک ہی ترازو ہو گی اسی میں سب کے اعمال تولے جائینگے لیکن جمع کا صیغہ یا تو تعدد اشخاص کی وجہ سے یا تعدد اعمال کی وجہ سے استعمال کیا گیا یا تعظیم کی وجہ سے استعمال کیا گیا، چنانچہ وہ ترازو بڑا عظیم الشان ہو گا چنانچہ حضرت ابن عباس سے ابن شاہین نے نقل کیا کہ ترازوئے اعمال ایسی ہو گی جیسے ساری دنیا ہوتی ہے اتنی بڑی ترازو ہو گی، اور سلمان فارسی سے ابو القاسم طبری لالکائی نے نقل کیا کہ اگر سارے آسمان وزمین ایک ترازو میں رکھے جائیں تو سب کیلئے وہ کافی ہو جائیگی، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

القسط یہ مصدر ہے اورَ المصدر لایثنی ولایجمع اس واسطے اسکو مفرد استعمال کیا گیا ہے اور یہ موازین کی صفت ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ یہاں ایک مضاف مقدر ہے یعنی الموازین ذوات القسط، اور بعض

کہتے ہیں القسط منصوب ہے اور مطلب ہے لأجل القسط یعنی انصاف کرنے کیلئے۔

لیوم القیامة یاتولام تاکید کے لئے ہے أی لوقت یوم القیامة ، یا لام فی کے معنی میں ہے أی فی یوم القیامة ، اور یا تعلیل کے لئے ہے أی لحساب یوم القیامة، قیامت کے دن حساب کرنے کے واسطے موازین رکھی جائینگی۔

وأن أعمال بنی آدم وقولهم یوزن انسان کے اقوال واعمال وزن کئے جائینگے۔اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کیا چیز وزن کی جائیگی۔ آیا اعمال کا وزن ہوگا یا صحائف الاعمال یا اصحاب اعمال کا وزن ہوگا؟ اسمیں تینوں قول ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس، امام بخاری، ابو اسحٰق زجاج، حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اعمال کا وزن ہوگا اور ظاہر نصوص سے یہی بات ثابت ہوتی ہے، امام بخاری نے جو روایت پیش کی ہے کلمتان حبیبتان إلی الرحمٰن الخ صاف دلیل ہے، حضرت ابو الدرداء سے منقول ہے أثقل شئی یوضع فی المیزان یوم القیامة خلق حسن، رواہ أبو داود سب سے ثقیل چیز قیامت کے دن رکھی جائیگی وہ خلق حسن ہے۔

مگر اشکال یہ ہے کہ اعمال تواز قبیلِ اعراض ہیں، اعراض کے تولنے کی کیا صورت ہوگی؟ اسکا ایک جواب تو حضرت ابن عباس سے منقول ہے إن الأعمال تتجسد، اعمال جسد کی شکل اختیار کرلینگے، اعمال حسنہ اچھی صورتوں میں منتقل ہوجائینگے اور اعمال سیئہ بری صورتوں میں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ اشکال اب سے سو پچاس سال پہلے ہوتا تو ٹھیک تھا آجکل تو یہ اشکال ہونا ہی نہیں چاہئے جبکہ آوازوں کو ٹیپ ریکارڈروں میں محفوظ کرلیا جاتا ہے، فون کے اندر محفوظ کرلیا جاتا ہے۔ شمسی شعاعوں کو ایکسرے مشین میں ضبط کرلیا جاتا ہے۔مقیاس الحرارۃ کے ذریعہ حرارت کی پیمائش کی جاتی ہے، تو اگر اعمال تولے جائیں تو اسمیں کیا اشکال کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ صحائف اعمال تولے جائینگے۔ حضرت عبداللہ بن عمر، امام الحرمین، ابو العباس قرطبی کی یہی رائے ہے، امام فخر الدین رازی نے اس مسئلہ میں جناب رسول اکرم ﷺ کی ایک حدیث بھی نقل کی ہے معلوم نہیں روایت کی کیا حقیقت ہے؟ فخر رازی نے یہ قول اکثر مفسرین سے نقل کیا ہے، صاحب روح المعانی نے یہ قول جمہور علماء کی طرف منسوب کیا ہے، ان حضرات کی دلیل حدیث البطاقة ہے۔ ترمذی شریف میں تم لوگوں نے

حدیث البطاقۃ پڑھی ہوگی کہ ایک آدمی قیامت کے دن لایا جائیگا اور اسکے نامہ اعمال کو پیش کیا جائیگا، ننانوے صحائف ہوں گے اور ہر صحیفہ کمدّ البصر ہوگا اور سب معاصی سے بھرا ہوا ہوگا اور ایک پلڑے میں رکھدیا جائیگا، ظاہر ہے کہ وہ پلڑا بھاری ہوجائیگا اور اس آدمی کو اپنی ہلاکت کا یقین ہوچکا ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ کیا تمہارے اوپر میرے فرشتوں نے ظلم تو نہیں کیا؟ وہ کیا کہیگا پھر ارشاد ہوگا کہ آج تمہارے اوپر ظلم نہیں کیا جائیگا پھر بطاقہ کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالا جائیگا جس پر أشهد أن لا إله إلا الله و أشهد أن محمدا رسول الله لکھا ہوا ہوگا اور وہ دوسری طرف رکھا جائیگا، وہ انسان بطاقہ رکھے جانے سے پہلے سوچیگا کہ ان دفاتر کے مقابلہ میں اس کاغذ کی کیا حیثیت ہے؟ مگر جب وہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائیگا تو سارے سجلات ہوا ہوجائینگے۔بے وزن ہوجائیں گے اور وہ شہادت وتوحید بھاری ہوجائیگی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحائف اعمال تولے جائینگے، لیکن ان اعمال میں جان اور طاقت اخلاص وللہیت سے آتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس بطاقہ میں کیا چیز لکھی ہوگی؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ حسنۃ الایمان لکھی ہوگی یعنی ایک ہے ایمان اور ایک ہے حسنہ جو ایمان پر مرتب ہوتی ہے، ایک آدمی کہتا ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس کہنے کی وجہ سے وہ مومن ہوگیا لیکن زبان سے اسکا یہ کہنا حسنہ ہے یہ اسکے حق میں لکھا گیا ہے اور یہ تولا جائیگا۔ بعض علماء جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ کہتے ہیں یہ وہ کلمہ ہے جو انسان بالکل آخری وقت میں اپنی زبان سے ادا کرتا ہے جیسے حدیث میں وارد ہے من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة۔ یہ دو قول ہوگئے۔

پھر یہاں یہ اختلاف ہورہا ہے کہ جو اعمال تولے جائینگے آیا اسمیں تعمیم ہے کہ ہر شخص مومن وکافر کا عمل تولا جائیگا یا صرف مومنین کے اعمال تولے جائینگے کفار کے نہیں؟ اسمیں تھوڑی سی تفصیل ہے۔ وہ ستر ہزار لوگ جن کے بارے میں بخاری و مسلم میں وارد ہوا ہے کہ بلا حساب وکتاب جنت میں داخل کئے جائینگے اسیطرح وہ کافر جسکے پاس کفر ہی کفر ہو نہ کوئی حسنہ ہو اور نہ معصیت وہ بلا حساب جہنم میں ڈال دئے جائینگے، اسکے علاوہ جو مومنین ہیں ان کے اعمال تو بالاتفاق تولے جائینگے۔

لیکن کفار کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان کے اعمال کا محاسبہ ہوگا یا نہیں؟ ابو بکر بن عبد العزیز، ابو الحسن تمیمی، قاضی ابو یعلیٰ فرماتے ہیں کہ ان کفار کو بھی بے حساب جہنم میں ڈالدیا جائیگا، شیخ ابو طالب مکی، ابو حفص برمکی،

ابو سلیمان دمشقی فرماتے ہیں کہ ان کا بھی حساب کتاب ہوگا، اور نصوص کے اطلاقات اسی بات کو مقتضی ہیں اور اسی کو محققین علماء نے راجح قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کی ایک آیت ہے فمن ثقلت موازینه فأولئک هم المفلحون، ومن خفت موازینه فأولئک الذین خسروا أنفسهم فی جهنم خالدون، ألم تکن آیاتی تتلیٰ علیکم فکنتم بها تکذبون۔ وہ اسی قول کو ترجیح دیتی ہے۔

تولنے کی صورت کیا ہوگی؟ اسمیں دو قول ہیں، بعض کہتے ہیں کہ کفر ایک طرف رکھدیا جائیگا اور دوسری طرف کچھ نہیں ہوگا، بعض کہتے ہیں ایک طرف کفر اور جو معاصی ہیں وہ رکھدی جائینگی اور اگر کوئی نیکی کی ہے تو دوسری طرف اسکو رکھا جائیگا ورنہ خالی رہیگا۔

ایک مسئلہ یہ اختلافی ہے کہ ایمان بھی تولا جائیگا یا نہیں؟ حکیم ترمذی صاحبِ نوادرالاصول اور ابوعبداللہ القرطبی صاحب التذکرہ کی رائے یہ ہے کہ ایمان نہیں تولا جائیگا، اسپر اشکال ہوتا ہے حدیث البطاقہ سے اسلئے کہ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایمان تولا جائیگا، ان حضرات نے اسکا جواب دیا کہ وہاں ایمان نہیں تولا جائیگا بلکہ حسنۃ الایمان تولا جائیگا۔

وأن أعمال بنی آدم وقولهم یوزن یہاں دو نسخے ہیں ایک نسخہ ہے وأقوالهم، یہ قابسی کا نسخہ ہے اسپر کوئی اشکال نہیں، دوسرا نسخہ جو ہمارے متن میں ہے وہ اعمال کے جمع اور قول کے مفرد کیساتھ ہے، اشکال یہ کہ اعمال کو جمع اور قول کو مفرد کے صیغہ سے کیوں استعمال کیا گیا؟ ہمارے حضرت اقدس شیخ دامت برکاتہم نے اسکا جواب یہ دیا کہ چونکہ اعمال کا صدور جوارح سے ہوتا ہے اور جوارح متعدد ہیں اسلئے اعمال جمع کیساتھ لایا گیا اور قول کا صدور زبان سے ہوتا ہے اور زبان ہے ایک اسلئے اسے مفرد لایا گیا۔

وقال مجاهد: القسطاس العدل بالرومیة قسطاس کے قاف پر ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں، العدل بالرومیة۔ یعنی قسطاس رومی زبان میں عدل کو کہتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں رومی اور غیر عربی زبان واقع ہوئی ہے، یہ مسئلہ خود مختلف فیہا ہے کہ قرآن میں غیر عربی الفاظ وکلمات واقع ہوئے ہیں یا نہیں؟ امام شافعی، ابوعبیدہ معمر بن مثنیٰ، ابن جریر طبری وغیرہ فرماتے ہیں کہ قرآن میں کوئی غیر عربی لفظ واقع نہیں ہوا ہے، لیکن ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل کہتے ہیں فی القرآن من کل لسان، اسی کو علامہ سیوطی نے اختیار کیا ہے اور بہت سے تابعین سے قرآن کے بہت سے الفاظ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ فلاں لفظ رومی زبان کا ہے یا حبشی زبان کا

یافلاں زبان کا لفظ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن پاک میں معرب الفاظ واقع ہوئے ہیں۔

علماء نے ایسے الفاظ جن کو معرّب کہا گیا ہے شمار کیا ہے، علامہ تاج الدین سبکی نے ان کو شمار کر کے اشعار میں جمع کیا ہے وہ ستائیس الفاظ ہیں۔ حافظ ابن حجر آئے اور انہوں نے اسپر چوبیس الفاظ کا اضافہ کر دیا اور ان کو بھی اشعار کی شکل میں ضبط کر دیا۔ علامہ جلال الدین سیوطی تشریف لائے تو انہوں نے ساٹھ سے زائد کا اضافہ کیا۔ مجموعہ سو سے زیادہ ہو جاتا ہے۔

جو حضرات کہتے ہیں کہ قرآن میں غیر عربی الفاظ واقع نہیں ہوئے ان کی دلیل قرآناً عربیاً، بلسانٍ عربی مبین، ءأعجمی و عربی ہے۔ اور باقی جن کے متعلق معرّب ہونے کا دعویٰ کیا ہے امام شافعی فرماتے ہیں کہ لسان عرب بہت وسیع ہے اسکا احاطہ کسی کے بس کا نہیں سوائے نبی کے۔ چونکہ لوگوں کو پتہ نہیں چلا اسلئے کہدیا کہ فلاں زبان کا لفظ ہے فلاں زبان کا لفظ ہے، بعض کہتے ہیں یہ من باب توارد اللغات ہے، تنور کا لفظ عربی رومی فارسی سب زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ جب ان الفاظ کو لیکر اہل عرب نے تصرف کیا اور اسکو اپنے یہاں استعمال کیا تو وہ غیر عربی الفاظ رہے ہی نہیں عربی الفاظ بن گئے۔ بہر حال اسکے متعلق میں تفصیلی کلام کتاب فضائل القرآن باب أنزل القرآن بلسان قریش و العرب میں کر چکا ہوں اور ویسے ابواب التہجد میں بھی۔

ویقال القسط مصدر المقسط وهو العادل، وأما القاسط فهو الجائر قسط مقسط کا مصدر ہے۔ قِسط بکسر القاف عدل کے معنی میں آتا ہے اور قَسط بفتح القاف ظلم کے معنی میں آتا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ قسط مقسط کا مصدر ہو اسلئے کہ مقسط باب افعال کا اسم فاعل ہے اسکا مصدر تو اِقساط ہے قِسط مصدر کیسے ہوا؟ اسکا جواب یہ دیا گیا کہ چونکہ یہ اصل الاصل ہے اسلئے اسکو مصدر المقسط قرار دیا گیا، کیونکہ مزید کی اصل تو مجرد ہی ہوا کرتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اسکو مصدر بتایا گیا بحذف الزوائد۔

اگر مقسط قسط بمعنی العدل سے ماخوذ ہے تب تو کسی توجیہ کی ضرورت نہیں اور اگر قَسط سے ماخوذ ہے جو بمعنی ظلم ہے تو اس صورت میں اقساط کا ہمزہ سلب ماخذ کا ہے۔ اسلئے کہ قَسط کے معنی ظلم کے ہیں اور اقساط کے معنی ہوئے سلب الظلم کے اور سلبِ ظلم عدل ہے اسلئے اقساط کا معنی عدل کرنا ہوا اور مقسط کہتے ہیں عادل کو اور قاسط کہتے ہیں ظالم کو۔

جب سعید بن جبیر پکڑ کر حجاج بن یوسف کی خدمت میں حاضر کئے گئے قتل کے واسطے تو اس نے پوچھا ماتقول فيّ۔ میرے بارہ میں تو کیا کہتا ہے فرمایاقاسط عادل، حجاج قرآن کا پکا حافظ تھا کہنے لگا کہ یہ شخص مجھے کافر اور جہنمی قرار دے رہا ہے، قاسط سے وأماالقاسطون فکانو الجھنم حطبا اور عادل سے اشارہ کر رہا ہے والذین کفروا بربھم یعدلون کیطرف، بہرحال اسکے بعد طویل مناظرہ ہوا اور اس ظالم نے حضرت سعید بن جبیر کو قتل کرادیا ،حضرت سعید بن جبیر نے دعاء کی تھی کہ اے اللہ میرے بعد اسکو کسی پر قدرت حاصل نہ ہو چنانچہ پھر اسکو کسی پر قدرت حاصل نہیں ہوئی اور ہلاک ہوا۔

٧٥٦٣-حدثني أحمد بن إشكاب، حدثنا محمد بن فضيل، عن عمارة بن القعقاع، عن أبي زرعة، عن أبي هريرة رضي الله عنه، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: كلمتان حبيبتان إلى الرحمن، خفيفتان على اللسان، ثقيلتان في الميزان: سبحان الله وبحمده، سبحان الله العظيم.

حدثنا أحمد بن اشكاب اشکاب بکسر الھمزۃ وفتحہا دونوں جائز ہے، اور یہ غیر منصرف ہے اور بعض نے کہا کہ یہ منصرف ہے۔

حدثنا محمد بن فضیل یہ حدیث بطریق محمد بن فضیل امام بخاری، امام مسلم، احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور بقیہ سارے محدثین نے تخریج فرمائی ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔

کلمتان حبیبتان إلی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان دو کلمے رحمٰن کو محبوب ہیں، خفیف ہیں زبان پر، رحمٰن کے یہاں محبوب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسکے پڑھنے والے رحمٰن کو محبوب ہیں، زبان پر خفیف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زبان سے ادا کرنے میں زبان کو کوئی ثقل محسوس نہیں ہوتا ہے، لیکن عجیب بات ہے کہ ادائیگی میں تو بہت خفیف اور اللہ کے یہاں ترازوئے اعمال میں بڑے ثقیل اور وزن دار، وہ دونوں کلمے کیا ہیں؟

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم اللہ تعالیٰ منزہ ہے اور حمد سے متلبس ہے، اللہ تعالیٰ شانہ ہر عیب سے منزہ ہے اور عظمت والا ہے۔

یہ دونوں کلمے اپنے اختصار کیساتھ کلمۂ توحید کے مضمون کو شامل ہیں۔ لا إلٰہ إلا اللہ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ تمام کمالات کا جامع اور تمام نقائص سے پاک ہے اسلئے وہی مستحق عبادت ہے، سبحان اللہ وبحمدہ کے اندر اسی بات کو بیان کیا گیا ہے۔ سبحان اللہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات سلبیہ کی طرف

اشارہ کیا گیا کہ وہ تمام نقائص سے پاک ہے اور بحمدہ سے اللہ تعالیٰ کی صفات ثبوتیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ حق تعالیٰ تمام محامد سے متصف ہیں، اور سبحان اللہ العظیم میں بھی یہی تقریر ہے، العظیم بڑی عظمت والا اور بڑی عظمت والا وہ ہے جسکے اندر کوئی نقص وعیب نہ ہو، اور اگر کسی قسم کا نقص وعیب ہوا تو مکمل عظمت والا نہ ہوا، اسکی عظمت میں نقص اور کمی اور کھوٹ پیدا ہو گیا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ یہ کلمہ اپنے دامن میں کلمۂ توحید کو لئے ہوئے ہے۔

امام بخاری نے اپنی کتاب کو تسبیح کے کلمہ پر ختم کیا، اس سے امام بخاری نے اس دعاء کی طرف اشارہ کیا ہے جو خاتمۃ المجلس پر پڑھی جاتی ہے **سبحانک اللهم ربنا وبحمدک أشهد أن لا إله إلا أنت استغفرک وأتوب إلیک** وہ حدیث یاد دلائی اور اسپر مجلس کا خاتمہ کر دیا ہے اور کتاب کو ختم کر دیا ہے۔

اب ایک بات اور سن لو قاعدہ ہے کہ جس کتاب کی ابتداء اور انتہا میں مناسبت ہوتی ہے وہ کتاب مصنف کے براعت اور اسکے تفوق اور فضل وکمال کی کھلی ہوئی دلیل ہوا کرتی ہے۔ یہاں بعینہ یہی صورت حال ہے اور بخاری کے ابتداء وانتہاء میں مناسبت ہے اور یہ مناسبت دو طرح کی ہے۔ ایک مضمون کے اعتبار سے دوسرے حدیث کے اعتبار سے، مضمون کے اعتبار سے مناسبت یہ ہے کہ امام بخاری نے ایمان سے کتاب کی ابتدا کی تھی کیونکہ بدء الوحی تو تمہید تھی اور ایمانیات پر ہی کتاب کو ختم کر دیا کہ ذات وصفات کے مسائل بیان کر دئے۔ دوسری مناسبت یہ ہے کہ امام بخاری نے کتاب کی ابتدا بدء الوحی سے کی ہے جو کلام ہے اور مسائل کلام پر کتاب کا اختتام فرمایا۔

اسیطرح حدیث میں بھی مناسبت ہے۔ سنداً بھی اور متناً بھی۔ سندی مناسبت کئی وجہ سے ہے، اول پہلی حدیث کی ابتداء حمیدی سے کی اور اختتام احمد بن اشکاب کی حدیث پر کیا دونوں کا مادہ حمد ہے، گویا کتاب کی ابتداء اور انتہاء مادۂ حمد سے کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ میری نیت بھی ابتداءً محمود اور انتہاءً محمود ہے لہذا قاری کتاب کو بھی اپنی نیت از ابتداء تا انتہا محمود رکھنی چاہئے اور اپنے اعمال کو محمود بنانے کی فکر کرنی چاہئے تا کہ جنت میں پہونچے جو دار الحمد ہے جہاں داخل ہونے والے کہینگے **الحمد للہ رب العالمین**۔

دوسری مناسبت یہ ہے کہ حمیدی مکی ہیں اور احمد بن اشکاب حضرمی ہیں حضرمی نسبت ہے حضرموت کی طرف جو یمن میں ہے اور اصلاً انصار بھی یمن کے ہی باشندے تھے، اور وحی کی پہلی منزل مکہ ہے اور آخری منزل مدینہ ہے، تو امام بخاری نے مکی شیخ سے کتاب کی ابتداء کی اور مدنی شیخ پر گویا کتاب کی انتہا کر کے وحی کی دونوں منزلوں

کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔یہ حکمت اگر چہ تھوڑے سے تکلف پر مبنی ہے مگر حکمتوں میں اسطرح کے تکلفات برداشت کر لئے جاتے ہیں۔

تیسری مناسبت یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی ابوہریرہ ہیں اور حدیث نیت کے راوی حضرت عمر ہیں دونوں مہاجر ہیں اور دونوں مدنی ہیں۔

چوتھی مناسبت یہ ہے کہ پہلی حدیث بھی غریب ہے دوسری حدیث بھی غریب ہے، پہلی حدیث میں یحیٰ بن سعید انصاری منفرد ہیں روایت نقل کرنے میں محمد بن ابراہیم تیمی سے اور وہ منفرد ہیں علقمہ بن وقاص لیثی سے اور وہ منفرد ہیں عمر بن خطاب سے نقل کرنے میں جیسا کہ ترمذی نسائی ابن السکن وغیرہ نے اسکی تصریح فرمائی ہے، اور یہاں محمد بن فضیل منفرد ہیں عمارہ بن قعقاع سے نقل کرنے میں اور عمارہ منفرد ہیں ابوزرعہ سے اور ابوزرعہ ابوہریرہ سے روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ اسی لئے امام ترمذی نے اسکی غرابت کا فیصلہ کیا ہے لیکن اس غرابت سے مراد غرابۃ الاسناد ہے۔ وہ غرابت مراد نہیں جو علامہ جمال الدین زیلعی حنفی نے نصب الرایہ میں استعمال کیا غریب پھر سراج الدین ابن ملقن شافعی نے تخریج رافعی کبیر میں استعمال کیا غریب اسلئے کہ انہوں نے غرابۃ الوجود مراد لیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اس روایت کا کتب حدیث میں کوئی وجود نہیں ہے۔ اس بات کو اچھی طرح محفوظ رکھو۔

مقن میں مناسبت یہ ہے کہ کتاب کی ابتدا کی حدیث نیت سے جو عمل کی ابتداء ہے اور وزن اعمال والی حدیث پر انتہاء کی ہے جو عمل پر آخر میں مرتب ہونے والی چیز ہے۔ یا یوں کہئے کہ حدیث الاعمال سے ابتداء کی ہے اور انتہاء اس حدیث پر کی ہے جسمیں وزن اعمال کا ذکر ہے۔ یا یوں کہئے کہ امام بخاری نے حدیث نیت سے ابتداء کی ہے اور آخر میں اس حدیث کا ذکر کیا جسمیں ثقل فی المیزان کا ذکر ہے اور ثقل فی المیزان مبنی ہے اخلاص پر تو گویا امام بخاری نے اول و آخر میں اخلاص پر متنبہ کیا ہے۔ یہ حکمتیں جو بیان کی ہیں بعض تو بعض سابقین کے کلام سے ماخوذ ہیں لیکن اکثر میری اپنی مستنبط کی ہوئی ہیں، والعلم عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ۔

نقلہ و کتبہ من آدیو کیستس من درس ۱۴۰۲ھ

محمد ایوب سورتی

۱۰ صفر ۱۴۳۷ھ